OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

سلطنتِ عثمانیہ اور قانونِ برادر کشی: فوائد و نقصانات

The Ottoman Empire and the Law of Fratricide: Pros and Cons

Saima Shehzadi
Lecturer Islamic Studies, Govt Graduate College (W) Baghbanpura, Lahore
Dr. Abid Nadeem
Associate Professor of Islamic Studies, GCU Lahore

Abstract

Undoubtedly, fratricide is one of the most controversial topics of Ottoman history. Although this practice was not new in the history of kingdoms. But the king Mehmed II, the conqueror's law about secure governance imparted that in exercising of *Hakuk 'Urfi'* a sultan may kill his brothers for sheltered Government. One may find different reasons for fratricide in Ottoman Era considering most of them as legitimate. Some executions were acted to stop a possible revolt, and were criticized as illegitimate. Some of the Ottoman *'Ulamā'* approved its legitimacy by regarding fratricide as a precaution due to the *Maslahah* principle, not as a punishment. Beside this they introduced some Quranic verses as evidence in order to support their opinion. Later on, Sultan Ahmed I ended this custom and introduced the system of seniority succession instead off arcticid. Although it seems

prudent and scrupulously convenient but this practice handicapped the empire and proved a major reason to end the empire in stagnation period. But we see the region remained strengthened when the fratricide was Premi leant and the abandonment of fratricide proved one reason among the others, a cause of fall of Ottoman Empire.

Keywords: Ottoman Empire, Fratricide, Fall of Ottoman Empire, prose and cons

تمہید

سلطنت عثمانیہ کا آغاز 1299ء میں سلطان عثمان کے دورِ اقتدار سے ہوا جو دیکھتے ہی دیکھتے اس کے جانشینوں کی جرات اور لگن سے تین براعظموں تک پھیل گئی۔ سلطان عثمان کے والد ارطغرل صرف ایک قبیلہ کے سردار تھے اور سلجوقی و منگول جنگ میں کمزور سلجوقیوں کا ساتھ دینے پر انھیں ایک جاگیر عطا کی گئی۔ وہ جنگ ہمدردی و بہادری کی بنا پر لڑی گئی جب کہ اس کے بعد کائی قبیلہ کی لڑی جانے والی جنگیں مظلوموں کی پشت پناہی کے علاوہ اقتدار اور مملکتِ اسلامیہ کی وسعت و عظمت کے لیے لڑی گئیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ آغاز میں عاجزانہ رویہ رکھنے والے حکمرانوں کے جانشین تخت و تاج کے حصول کے لیے اس قدر ظالمانہ روش اختیار کر گئے کہ خونی رشتے اور تقدس انسانیت ان کے سامنے بے معنی ہو کر رہ گئے۔ اس سوچ کا نتیجہ کسی بھی شخص کی جان کو اقتدار سے زیادہ قیمتی نہ جاننا اور تخت و تاج کی سلامتی کے لیے ہر قسم کی ظالمانہ کارروائی کو روا رکھنا ہے۔ اس طرح کی مثالیں نہ صرف ترک سلطنت میں جابجا ملتی بلکہ متقدمین و متاخرین بھی اس سے مبرا نہیں۔ Osman Turan کہتے ہیں:

"This practice is not specified by Ottomans. It was frequently practiced by the Romans, Byzantine, Sassanids and also by Muslim khulfa of East and Andalusia. Thousands were killed in Europe and many other countries destroyed in protracted succession disputes." [1]

ان تخت و تاج کے دلدادہ حکمرانوں میں جذبہ ہمدردی و رحمت قریباً مفقود ہو جاتا ہے، بعض صورتوں میں معاشرتی شر انگیزیوں اور باغیانہ کارروائیوں سے سختی سے نمٹنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ لیکن تاریخ اقوام عالم ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے، جب محض اقتدار کی بقا اور اقتدار چھن جانے کے خوف سے سینکڑوں بے گناہ مظلوموں کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔ اگرچہ سلاطین عثمانیہ میں علوم و فنون، ملّی ہمدردی، ترقی اور جاہ و حشمت سلطنت کا جذبہ ہمیشہ موجزن رہا لیکن ان کی تخت و تاج سے محبت نے انھیں بے

دردی سے اپنوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کی رغبت بھی دلائی۔ اور سلطنت عثمانیہ میں تخت نشین ہونے والے سلطان کے لیے برادر کشی ایک باقاعدہ قانون بن گئی۔

عثمانی اصول تخت نشینی

ڈاکٹر محمد تقی لکھتے ہیں: "سلطنت عثمانیہ میں تخت نشینی کے لیے کوئی لگے بندھے اصول نہ تھے بلکہ تخت وتاج پر حکمرانی کے قابل کسی بھی شہزادے کو حکمرانی کے حقوق خون و وراثت سے ملتے۔"[2] کوئی بھی پسر زادہ شاہ اپنی قابلیت، عوامی مقبولیت اور فنِ حرب میں اعلیٰ مقام وصلاحیتوں کے باعث تخت نشینی کا زیادہ حقدار ہو جاتا ہے۔ بعض شہزادوں کو بغیر سلسلہ مدارج کی پرواہ کیے ان کی ذہنی وفکری صلاحیتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ولی عہد تعینات کر دیا جاتا۔ لیکن عمومی طور پر یہ سعادت بڑے بیٹے کے حصے میں آتی۔ لیکن یہ سعادت اپنے ساتھ ہمیشہ حسد و بغض کے جذبات لے کر آتی جو کہ متوازی پیدائشی حقوق رکھنے والے شہزادوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد تقی لکھتے ہیں: "ترک عوام میں ایک خیال پایا جاتا تھا کہ حکمرانی ایک مقدس فریضہ ہے جو اللہ کی طرف سے چنے ہوئے لوگوں کو ودیّعت کیا جاتا ہے خاندان کے بعض مخصوص افراد کو یہ فریضہ سونپنے کے بجائے معاملہ تقدیر الٰہی پر چھوڑ دیا جاتا۔ حکومت پر قابض ہونے کے لیے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جاسکتا تھا، حقِ حکمرانی خون کے ذریعے تمام بچوں میں یکساں منتقل ہو جاتے ہر شہزادے کی اہلیت و حرمت برابر تھی لہٰذا جانشینی کا کوئی واضح قانون متعین نہ ہو سکا۔"[3]

ترک حکومت کے مقدس فریضے کو مذہبی احکامات کے مطابق گزارتے۔ فریضہ حکومت ایک حکمران کی وفات کے بعد خود بخود اس خاندان کے دیگر افراد کی طرف منتقل ہو جاتا۔ اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک شخص اس پر قابض ہو جاتا اور قانونی طور پر اس پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ اگر حکمرانی پر قابض شخص ناکام ہو جاتا تو دوسرا فرد اس کی جگہ لے لیتا بہر حال حکمرانی اسی خاندان کے افراد میں ہی رہتی الغرض خاندانی حرمت بہر حال مقدم تھی اور وہ ہر صورت قائم رہتی خواہ اس کا رویہ کیسا بھی ہو اور حصول سلطنت کا طریقہ کوئی بھی ہو یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ جاری تھا۔

عثمانی قانون برادر کشی کی قانونی بنیاد

انسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے آغاز تاریخ میں برادر کشی کی مثالیں موجود ہیں اس کی پہلی مثال آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کے ہاتھوں ہابیل کا قتل ہے۔ تاریخ اسلامی کے انتہائی ابتدائی ادوار میں عباسیوں کے اقتدار میں آنے کے بعد اُمویوں کے بہیمانہ قتل اور ظالمانہ سلوک کے واقعات اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ دور نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قلیل مدتی دوری کے باوجود تعلیماتِ اسلامی کو پس پشت ڈالتے ہوئے تبدیلی حکومت کے وقت اس قدر سخت رویہ رکھا گیا کہ تاریخ شرما جائے۔ سلطنت عثمانیہ کے پھیلاؤ اور پے درپے کامیابیوں سے عثمانی سلطانوں میں بھی غضب وہوس کے جذبات موجزن ہوئے اور ہمدردی، رحم اور اخوت کے جذبات سے قائم ہونے والی سلطنت کے جانشینوں میں دنیاوی جاہ وحشم نے گھر کر لیا۔ برادر کشی

کا سلطنت عثمانیہ میں آغاز باغی شہزادوں کی بغاوت کو دبانے اور مفاد عامہ کے لیے علما کی رائے سے جائز قرار دیا گیا۔ Kurat Parry V.J کہتے ہیں:

"A type of fratricide was applied when a person of royal family revolted against Sultan or government. This crime was called baghy (khurujala al Sultan) meaning rebellion against the Sultan. According to Islamic law exercising in the Ottoman empire the punishment of revolting against Sultan was generally execution." [4]

برادر کشی کی بنیادی وجہ شہزادگان کی جانب سے باغیانہ کاروائیوں کو قرار دیا گیا جس سے امن و امان کی صورتحال خراب رہتی۔ باغیانہ کاروائیوں کے مرتکب افراد کے قتل کا قرآنی جواز سلطنت عثمانیہ کے علماء نے سورۃ النساء میں مذکور اس حکم کو بنایا۔ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ. [5]

"بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں فساد برپا کرنے والوں اور امن عامہ خراب کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات سے روگردانی کرنے والوں کے قتل و مصلوب کرنے کے واضح احکامات ہیں۔ جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا کہ ترک لوگ حکمرانی کو مشیّت خداوندی کہتے کہ یہ اللہ کی طرف سے تفویض کردہ عہدہ ہے۔ لہٰذا آیت مبارکہ کے پہلے حصّے کی وضاحت ہو گئی، دوسرے حصے میں کہا جا رہا ہے کہ جو ناحق لوگوں کو تنگ کریں یعنی جب جنگ و جدل ہو تو بہت سے مالی نقصان کے ساتھ ناقابل تلافی جانی نقصان بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس ممکنہ نقصان اور بار بار بغاوت کے خطرے سے نمٹنے کی بجائے بغیر کسی جرم کے شہزادوں کو قتل کروا دیا جاتا۔

ترکوں کی قدیم تاریخ میں اس کا ثبوت ملتا ہے کہ کس طرح ایک حکمران بغیر کسی موجود وجہ کے اپنے خونی رشتوں کو اپنے نظریاتی اختلاف کی بنا پر قتل کرواڈالتا مثلاً و غوز خان کا اپنے والد اور چچاؤں کو قتل کروانا۔ توگان لکھتے ہیں:

"ترکوں میں برادر کشی یا اقتدار کی خاطر خاندان کے دیگر افراد کے قتل کا ذکر او غور خان کا اپنے والد قرا خان اور چچا کوئے خان اور گور خان کو محض ایک خدا پر یقین نہ رکھنے کے جرم میں اور عقیدہ توحید کے پرچار کی آزادی کے لیے قتل کروادیا۔"[6]

اقتدار خواہ حکومت کا ہو یا مذہبی بالادستی کا دونوں صورتوں میں خرابہ کرنے والوں سے برہنہ تیغ جنگ لڑنے اور مخالف کو محض دشمن اور مفادات کے لیے خطرہ تصور کرنے کا یقین ہی بہترین نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ بعد از حصول حکمرانی اپنے بھائیوں اور اہل خانہ و دیگر معاونین کے قتل کی اسلامی تاریخ میں بڑی مثال عباسی خلیفہ عبد اللہ سفاح کا اقتدار ملتے ہی اپنے بہترین مدبر و معاون چچا ابراہیم کو محض اس تصور سے قتل کروادینا تھا کہ کہیں وہ اس سے اقتدار نہ چھین لے۔ اُموی خلافت میں یزید کی بیوہ کا مروان بن حکم سے نکاح اور پھر مروان بن حکم کے اپنے بیٹے کو جانشین نامزد کرنے پر زہر دے دینا جیسی مثالیں موجود ہیں۔ متاخرین میں مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کا نہ صرف اپنے والد کو طویل عرصے تک قید میں نظر بند رکھنے بلکہ تینوں بھائیوں کو فسادات کے جرم میں قتل کروادینا کی مثالیں بھی موجود ہیں تا کہ فتنہ پروری سے بچا جاسکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلاَ تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ.[7]

"اور (دورانِ جنگ) ان (کافروں) کو جہاں بھی پاؤ مار ڈالو اور انھیں وہاں سے باہر نکال دو جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا تھا اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی زیادہ سخت (جرم) ہے اور ان سے مسجدِ حرام (خانہ کعبہ) کے پاس جنگ نہ کرو جب تک وہ خود تم سے وہاں جنگ نہ کریں، پھر اگر وہ تم سے قتال کریں تو انھیں قتل کر ڈالو، (ایسے) کافروں کی یہی سزا ہے۔"

فتنہ پھیلانے کی مذمت قتل کرنے سے کہیں زیادہ شمار کی گئی ہے کیوں کہ قتل تو صرف ایک شخص کا کیا جاتا ہے اور معاملہ اس شخص یا اس کے خاندان تک رہ جاتا ہے جب کہ فتنہ اور شر انگیزی اپنے اندر مزید کئی طرح کے فسادات کی وجوہات لے کر آتی ہے۔ اور اس کا پھیلاؤ اور کتنے انسانوں کی جان لے لے اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور خون خرابہ کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اس کی حرکات سے اسلامی معاشرے کے امن و سکون اور بقا اور صحت مندانہ ترقی کے لیے ان فتنہ پرور عناصر پر بروقت کنٹرول کرنے کے لیے قتال کو جائز قرار دیا گیا۔

خرابہ یا فساد پھیلانے والے کے قتل کی واجبیت کا حکم تو قرآن پاک میں ملتا ہے لیکن تاریخ عثمانیہ میں ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ کئی لوگوں کی جانب سے حکومت یا سلطان کے خلاف تحریک یا مزاحمت کا امکان یا خطرہ نہ ہونے کے باوجود محض اس کی زبانی حرکت پر تعزیر لگا کر ان کی جان لے لی گئی۔ جیسا کہ سلطان سلیمان قانونی نے اپنے عہدِ سلطنت میں اپنے سب سے بڑے بیٹے مصطفیٰ کو محض اس لیے مروادیا کہ وہ حکومتی ارکان میں مشہور و مقبول ہونے کے بعد اس کی سلطنت کے لیے مسائل پیدا کر سکتا ہے۔ Mumcu کہتے ہیں:

"A fact of fratricide was that some princess such as Shahzada Mustafa the son of Sultan Suleman and some other princes use to speak against the Sultan like, if I will Sultan "I would do so and so". This was a main reason of their execution to deny the decision of their Sultan in public". [8]

قانون برادر کشی کا سیاسی پہلو

عثمانی خلافت میں برادر کشی کے قانون کا مرتب و اجراء سراسر سیاسی مفادات کے لیے کیا گیا کیوں کہ برادران میں عمومی مسئلہ جائیداد کی تقسیم ہی ہوتا ہے۔ اور اس سلطنت کبیر کی ملکیت اور اس کی تقسیم سے کسی ایک کو بھی کوئی نقصان نہ ہونے والا تھا لیکن شہزادوں میں بلا شرکت غیرے تمام سلطنتِ عثمانیہ پر قبضہ کی خواہش موجزن رہی جو سیاسی بد امنی و انتشار کا باعث بنتی۔ مفتی زین العابدین بیان کرتے ہیں:

"سلطان محمد بایزید کی وفات کے بعد اس کی حکومت بروصہ، یورپی حصّہ اور ایشیائے کوچک تین حصوں میں تقسیم ہوگئی لیکن ہر شہزادے کی خواہش تھی کہ وہ مکمل سلطنت عثمانیہ کا مختار بنے۔ پہلی جنگ محمد و عیسیٰ کے درمیان ہوئی عیسیٰ مکمل ایشیائی سلطنت کا دعویدار تھا جبکہ محمد اس کی منصفانہ تقسیم چاہتا تھا عیسیٰ ہار گیا اور سلیمان کے پاس چلا گیا دونوں بھائی اپنی افواج کے ہمراہ ایشیائے کوچک میں داخل ہوئے اور پھر محمد نے اپنے بھائی موسیٰ کو سلیمان کے تخت پر قبضہ کرنے بھیج دیا۔ سلیمان واپس پلٹا اور قتل ہوا۔ ادھر محمد نے عیسیٰ کو گھیر کر قتل کروادیا اور سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔" [9]

متاخرین میں بھی ایسی ہی روش روا رکھے جانے کے ثبوت جابجا ملتے ہیں لہٰذا امنِ عامہ کی صورتحال کو برقرار رکھنے کے لیے ان تمام ممکنہ شر انگیزیوں کے تدارک کے لیے اور قانون سازی کے لیے کوششیں ہوتی رہیں۔ ثروت صولت رقمطراز ہیں:

"سلطنت عثمانیہ کی پائیداری اور قوت کی بڑی وجوہات اس کے انتظامی، فوجی اور سیاسی نظام کا ٹھوس بنیادوں پر قائم ہونا تھا عثمانیوں میں اگرچہ موروثی بادشاہت کا نظام قائم تھا بادشاہ مختار مطلق قرار پاتا لیکن وہ قانون سلطنت کی پابندیوں سے بالاتر نہ تھا یہی استحکام سلطنت کی بڑی وجہ تھی قانون برادر کشی اگرچہ سلاطین کے لیے پسندیدہ عمل نہ تھا لیکن قانون کی پاسداری میں ہر حال میں اس پر عمل کیا جاتا۔" [10]

"The Ottoman Empire grown over the years as authoritarianism with the Sultan controls the government inhabitant and official. But Sultan was forced to obey the Ottoman law".[11]

اسی طرح قانون برادر کشی نے سلطان کو اپنی سلطنت کو بلا شرکت غیرے فرد واحد کی مرضی کے مطابق چلانے کی صلاحیت فراہم کی جس کے واضح قواعد میں دربار اور امور سلطنت پر مکمل گرفت اور خانگی رقابت کی وجہ سے پیدا ہونے والی کمزوریوں کا

احتمال ختم ہو گیا۔ لیکن خاندان کے افراد کی دربار یا امور سلطنت میں عدم مداخلت سے امراء ورؤساء کو اپنے پسندیدہ اعلیٰ عہدوں کے حصول میں آسانی ہوئی اس طرح بہت سے باصلاحیت غلام پہلے اعلیٰ درباری عہدوں کے حصول میں کامیاب ہوئے پھر شاہی خاندان میں رشتہ داریوں کے باعث طاقتور ہو کر سلطنت کو نقصان پہنچانے لگے۔ لیکن بھائیوں کی جانب سے سلطنت چھن جانے کا خوف بہرحال برقرار رہا۔

سلطنت عثمانیہ میں برادرکشی پر قانون سازی

تاریخ اقوام عالم میں برادرکشی محض حالات وواقعات یا پیش آمدہ سیاسی مسائل کی بنا پر کی جاتی یعنی قابل حرب شہزادگان جو ملک وسلطنت کے لیے باعث فساد ہوسکتے تھے انھیں قتل کروادیا جاتا۔ سلطان محمد فاتح نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے شیر خوار بھائی کو قتل کروادیا اور علما سے باقاعدہ فتویٰ لیا کہ تخت پر قابض ہونے والے حکمران کے لیے اپنے تخت اور ریاستی امور کی بلا تعطل ترقی وحکمرانی کے لیے برادرکشی جائز ہے۔ڈاکٹر محمد عزیز رقمطراز ہیں:

"سلطان محمد ثانی نے حکومت کی ابتداء اپنے شیر خوار بھائی کے قتل سے کی۔ اس نے اپنے دور حکومت میں باقاعدہ قانون نامہ مرتب کیا اور اس میں سلطنت کی بقا کے لیے برادرکشی کو باقاعدہ قانونی حیثیت عطا فرمائی۔ اس کا کہنا تھا کہ میرے فقہاء کی اکثریت کا اس بات پر اجماع ہے کہ میرے جانشینوں میں سے جو بھی مسندِ خلافت پر متمکن ہوگا امن وامان سلطنت کی خاطر اپنے بھائیوں کو قتل کرے گا اور ان کا فرض ہوگا کہ وہ اس عمل پر کاربند رہیں۔" [12]

اس حکم کے بعد عثمانی سلطنت کے قوانین میں ان بے گناہ شہزادوں کا قتل جائز قرار دے کر اسے قانونی تحفظ دے دیا گیا اور یوں سلطان فاتح نے اپنے ذاتی خوف سے چھٹکارا پانے کو سیاسی مفاد کے ساتھ مذہبی رنگ دے کر قانونی حیثیت عطا فرمائی۔ اس طرح نہ صرف بچپن سے آنکھوں میں تخت وتاج کے خواب سجا کر علم وتربیت حاصل کرنے والے شہزادے رات کی تاریکی میں بے موت مارے جانے لگے بلکہ ان شیر خوار شہزادوں کے لیے بھی ایک تاریک فرمان جاری ہو گیا جو سلطنت وحکمرانی سے ہی بے بہرہ ہوتے اور ابھی شفقت مادر وپدر سے صحیح طرح بہرہ مند نہ ہو پائے۔ ان کے لیے تو شاہزادہ ہونا خوش بختی کے بجائے بدبختی کا موجب بنتا۔

برادرکشی کا فقہی جواز

آنے والے وقت میں کسی شخص کی جانب سے سلطنت کے لیے مشکلات پیدا کرنے کے خطرے سے واقف ہونے پر قبل از وقت باغیانہ کاروائی اس کی روک تھام کا جواز مفاد عامہ کے لیے بنیاد بنا کر قتل معصوم (بے گناہ) کے جائز ہونے کی وضاحت سورۃ الکہف سے ملتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَن يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا فَأَرَدْنَا أَن يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا. [13]

"اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ صاحبِ ایمان تھے پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ (اگر زندہ رہا تو کافر بنے گا اور) ان دونوں کو (بڑا ہو کر) سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گا۔ پس ہم نے ارادہ کیا کہ ان کا ربّ انھیں (ایسا) بدل عطا فرمائے جو پاکیزگی میں (بھی) اس (لڑکے) سے بہتر ہو اور شفقت و رحم دلی میں (بھی والدین سے) قریب تر ہو۔"

اگر کسی کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ آنے والے وقت میں فساد کی وجہ بن سکتا ہے اس لیے قبل از وقت اس فتنہ کو ختم کر دینے کا جواز موجود ہے۔ لیکن عمومی مفہوم میں ایسی سیاسی یا معاشی پالیسی جو آنے والے وقت میں عوام کے لیے مسائل کا موجب ہو سکے اس کی ممانعت کا معنی بھی لیا جاتا ہے۔ لیکن معاملہ برادر کشی میں ان شہزادوں کا اپنے پیدائشی حق یعنی ملکیت تخت و تاج کے تقاضہ اور حصول کے لیے لازماً جنگ و جدال اور باغیانہ کارروائیاں کرنے کے معاملے کو قبل از وقت بھانپ کر ان چند یا ایک شخص کو قتل کر کے مستقبل میں کئی لوگوں کے بے موت مارے جانے اور سرکاری املاک کو نقصان سے محفوظ کر لیا جاتا۔ ایسا ہی معاملہ باغیانہ تنظیموں پر پابندیاں لگا کر اور اس کے سربراہان کو پابند سلاسل یا مصلوب کر کے ملک و قوم کی بہتری کے لیے روا رکھا جاتا ہے۔ Tarihi لکھتے ہیں:

"In obedience of Islamic law, the execution of princes was based on maslahah (common benefit). This principal exercised on a legal ruling by considering that matter which are not mentioned like 'Hukm' (ruling) in main sources of Islamic law. So, the ruling of Sultan over public should depend on public goodness". [14]

اگر سلطان اپنے بھائیوں یا بیٹوں یعنی تخت و تاج کے دعوے داروں کو قتل نہیں کرواتا تو یقیناً وہ مفادات مملکت کی جانب توجہ مبذول نہیں کر سکتا بلکہ اس کا سارا وقت اپنے بھائیوں کی جارحانہ کاروائیوں اور باغیانہ رویوں سے نمٹنے میں گزر جاتا جو کہ کسی بھی طرح قومی و عسکری مسائل کا درست استعمال نہ ہوتا اور نہ ہی عوامی فلاح و بہبود کے منصوبے تیار ہوئے بلکہ دھڑے بندیاں اور بغاوتیں سلطنت کو کمزور کر دیتیں۔ Tarihi لکھتے ہیں:

"A Syrian Hanabeil scholar karmi (d.1624) explained fratricide as a virtue of the Ottoman Dynasty. karmi said that to avoid revolt among the country and the public, the killing of sons is difficult. He accepted that a person with good senses couldn't take such decision, but to kill 3 people with his blood relation to protect 30 persons was really a Royal decision. But Karmi

demands to choose a third path between fratricide and baghy. It is a fact that history has seen the Moroccan Sultanate collapsed due to lack of fratricide”.[15]

”شیخ کرمی مطالبہ کرتا ہے کہ برادر کشی اور جارحانہ کارروائیوں کی اجازت کے درمیان ایک تیسر اراستہ ہونا چاہیے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ وہ تیسر اراستہ ہمیشہ پُرامن اور فائدہ مند نہیں رہا اور مملکتوں کے عروج کو گھن کی طرح چاٹ گیا۔ شہزادگان کا قتل مصالح مرسلہ کی بنیاد پر فتویٰ کی صورت میں جائز قرار دیا گیا مصالح مرسلہ سے مراد وہ فیصلہ ہے جو دورِ جدید میں پیش آمدہ مسئلہ کے حل کے لیے مفادِ عامہ کے حق میں دیا جائے۔ بعض صورتوں میں شہزادگان بذات خود تخت و تاج پر حکمرانی کے خواہش مند نہ ہوتے لیکن درباری امراء و روساء یا شاہی خاندان کے افراد سلطان سے ذاتی عداوت کے باعث اس کی حکومت کو کمزور کر کے اپنے پسندیدہ شاہی فرد کو برسر اقتدار لانے کے لیے باغیانہ کاروائیاں کرتے۔ خواہ اس میں مؤخر الذکر کی دلچسپی بھی شامل ہی نہ ہو۔ کبھی کبھی محض چند سیاسی مفادات کے حصول کے لیے بھی دیگر شہزادگان کو آلہ کار بنایا گیا جو امور سلطنت کی روانی میں رکاوٹ بنتا۔“ Tarihi لکھتے ہیں:

“Shaykh-ul-Islam ibne Kamal (d.1534) kazaskar (Supreme Qadi) Bostanza dayahya Affandi and many other jurists declared and praised it too, Sultan of other Era about the killing of their brothers for the common benefit. A famous historian solakzadah says that shahzada Yakoob (d.1389) was executed due to availability of many princes and enable the public to think about the new Sultan”.[16]

قتل معصوم کی مسؤلیت سے فرار

سلطنت عثمانیہ میں برادر کشی کو باقاعدہ قانونی حیثیت حاصل ہونے کے باوجود اکثر علم و فضل والے سلاطین اپنے دل میں نرم گوشہ اور خوف الٰہی رکھتے۔ جن میں سے اکثر کو اپنے ہی فیصلے سے رجوع کرنا پڑتا قرآن مجید میں قتل کو جرم عظیم قرار دیتے ہوئے حکم ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم بَعْدَ ذَٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ. [17]

”اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر (نازل کی گئی تورات میں یہ حکم) لکھ دیا (تھا) کہ جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے یعنی خونریزی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کی سزا) کے (بغیر ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام

لوگوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے اسے (ناحق مرنے سے بچا کر) زندہ رکھا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو زندہ رکھا (یعنی اس نے حیاتِ انسانی کا اجتماعی نظام بچا لیا)، اور بے شک ان کے پاس ہمارے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے پھر (بھی) اس کے بعد ان میں سے اکثر لوگ یقیناً زمین میں حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔"

کسی مسلمان کو ناحق قتل کر دینا ایسا ہے جیسا کہ پوری انسانیت کو قتل کرنا اس قول کی وضاحت کے لیے حدیث مبارکہ میں امام ترمذی بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مَنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ۔[18]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے پوری دنیا کا ناپید ہو جانا ہلکا ہے۔"

Kurat Parry V.J کہتے ہیں:

"Some modern scholars said that the fratricide and punishments of innocent shahzadas was illegal and against Islamic Shariah. It was possible that they never rebel against Sultan because in the reference of surah Al kahf (18: 80,81) the deed was Allah's will and the killer was not a common person, not depending on his personal knowledge. So, relate some one's personal will to Allah's will is misuse of Quranic sayings". [19]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلاَ تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَفَإِنِ انتَهَوْاْ فَإِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ. [20]

"اور (دورانِ جنگ) ان (کافروں) کو جہاں بھی پاؤ مار ڈالو اور انھیں وہاں سے باہر نکال دو جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا تھا اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی زیادہ سخت (جرم) ہے اور ان سے مسجدِ حرام (خانہ کعبہ) کے پاس جنگ نہ کرو جب تک وہ خود تم سے وہاں جنگ نہ کریں، پھر اگر وہ تم سے قتال کریں تو انھیں قتل کر ڈالو، (ایسے) کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔"

آیات ہذا میں اس بات کی صریح وضاحت کی گئی ہے کہ محض قتال اسی شخص کا واجب ہے جو فتنہ انگیزی کے مرتکب ہو۔ اگر خرابہ کرنے والا شخص تائب ہو جائے اور دوبارہ ایسی باغیانہ کاروائیوں سے خود کو باز رکھے تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں یعنی اس کا سرکردہ جرم بھی معاف ہو جائے گا آیت نمبر 921 میں مزید وضاحت ہے کہ ان کے ساتھ لڑائی یا مقابلہ محض اس وقت

تک ہے جب تک کہ وہ اپنے اس قبیح فعل کو سر انجام دے رہے ہوں اور سر کشی پر آمادہ ہوں۔ کیوں کہ لڑائی اور سختی صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو ظلم کرتے ہیں خواہ وہ تلوار سے ہو یا رہزنی وغیرہ کی صورت میں ہو۔ ایسے اعمال کرنے والوں کی توبہ کے بعد ان سے جنگ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

قرآن وسنت کے مطابق کسی معصوم شخص کو ناحق قتل کرنا یا اس کا حکم دینا پوری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا باحْدَى ثَلاثٍ: الثَّيبُ الزّنِىْ، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتّارکُ لِدِيْنِهِ المُفَارِقُ للجَماعَةِ۔[21]

"کسی مسلمان آدمی کا خون بہانا حلال نہیں سوائے تین قسم کے گناہوں میں سے کسی ایک گناہ کا ارتکاب کرنے والے کے شادی شدہ زنا کرے یا کوئی کسی کو قتل کر دے یا دین کو چھوڑ دے اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔"

سلطان سلیمان فاتح جو کہ علم وفضل سے بہرہ مند سلطان تھا، اس کا دل خوف الٰہی سے لبریز اور حساس طبیعت بادشاہ تھا۔ لیکن وہ تخت وتاج، شان وشوکت برقرار رکھنے کے ساتھ ترک قوانین کی پاس داری کو بھی ملحوظ خاطر رکھتا۔ اسلامی قوانین کے مطابق بغاوت اور خرابی کرنے والوں کے قتل کرنے کے تو واضح احکامات موجود تھے جس کو مفاد عامہ پر قیاس کرتے ہوئے باغی شہزادگان کو قتل کر دیا جاتا۔ لیکن سلطان بغیر جرم ثابت ہوئے قتل پر آمادہ نہ تھا لیکن اپنے شہزادے اور وزیر اعظم کی موجودگی کو اپنے لیے خطرہ تصور کیا۔ سلطان اپنے دربار میں جید علما کو تعینات کرتا جن کا سربراہ شیخ الاسلام کہلاتا۔ شیخ الاسلام وقت ابو سعود آفندی نے سلطان کی پریشانی اور پیش آمدہ مسئلہ کے حل کے لیے فتویٰ دیا کہ اگر سلطان پھانسی کے وقت حالت نوم میں ہو تو غیر مسئول ہو گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث مبارکہ ہے:

عَنْ عَائِشَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنْ الصَّغِيرِ حَتَّى يَكْبُرَ وَعَنْ الْمَجْنُونِ حَتَّى يَعْقِلَ أَوْ يُفِيقَ۔[22]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "تین اشخاص سے قلم اٹھا لیا گیا ہے: سوتے شخص سے حتیٰ کہ وہ جاگ پڑے، نابالغ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے اور مجنون و پاگل سے حتیٰ کہ اسے عقل و ہوش آ جائے۔"

سوئے ہوئے شخص کی عدم مسئولیت کے فتوے کے بعد سے ترکوں میں برادر کشی اور مذہبی امتزاج کا ایک نیا دور شروع ہوا اور معصوم بے گناہ گار، مجرمان سلطنت وارکان شاہی خاندان کی نسل کشی ہوتی رہی۔

قانون برادر کشی کا خاتمہ

قانون نامہ برادر کشی کا اجراء سلطان محمد فاتح II (1481-1432ء) نے کیا اس کے مطابق صرف بڑا شہزادہ تخت نشینی کا حق رکھتا تھا اور تخت پر بیٹھتے ہی اپنے باقی بھائیوں کو قتل کروا دیتا تھا جیسا کہ سلطان سلیم I کو اس کے بڑے بھائی کے بجائے تخت نشین

کروا دیا گیا اسی طرح سلطان سلیمان قانونی کا تیسرا بیٹا سلیم II تخت نشین ہوا (بڑے دو بھائیوں کی وفات کی وجہ سے) لیکن سلطان احمد اول 1603ء نے اس قانون میں نرمی کی۔

"سلطان احمد I نے قانون نامہ میں تبدیلی کی جس کے مطابق خاندان کا سب سے بڑا شہزادہ بادشاہ بنے گا اس کے مرنے کے بعد بھی یہی قانون لاگو ہوگا۔ یعنی اگر اس کا بھائی زندہ ہے تو اس کے بیٹے کی بہ نسبت بھائی تخت نشین ہوگا لیکن کوئی بھی شہزادہ تخت نشین شہزادے سے تخت چھیننے کا حقدار نہ ہوگا اس واضح مجموعہ قوانین کے باعث سلطنت عثمانیہ میں بادشاہ کے مرنے کے بعد شہزادگان میں خانہ جنگی اور خونریزی کے معاملات نظر نہیں آئے۔" [23]

سلطان احمد کے اس مستحسن اقدام نے ناجائز قتل و غارت کا خاتمہ کر کے ہر وقت خوف کے سائے میں پلنے والے شہزادگان کے لیے زندگی کی امید پیدا کی۔ اگرچہ اس کے بعد بھی سلطنت کے حقدار ہونے کے باعث بہت سے سلاطین نے ان پر کئی قسم کی معاشرتی پابندیاں لگائیں۔ جن میں انھیں نظر بند رکھنا، اہل خانہ سے میل جول پر پابندی وغیرہ شامل تھیں جن سے ان کی ذہنی و نفسیاتی صلاحیتوں کو ماؤف کر دیا گیا۔ بہر حال ان کی جان کو سلامتی نصیب ہوئی۔ Sukran Haniog کہتے ہیں:

"Sultan Ahmed I considered unnecessary to execute the princes. Sultan died in 1617, his brother Mustafa was announced as Sultan instead of his sons. Here was a new practice in Ottoman Empire". [24]

برادر کشی کے فوائد و نقصانات

سلطنت عثمانیہ میں برادر کشی سلطنت کے استحکام، باغیانہ کاروائیوں کی روک تھام اور امن و امان کی بہتر صورتحال جیسے فوائد کے طور پر یاد کی جاتی ہے۔ شہزادوں کے مساوی حقوق سلطنت ہونے کے بعد آغاز میں سلطنت کو سلاطین کے انتقال کے بعد یا ان کی زندگی میں محض حصول تخت و تاج کی مد میں عسکری و سیاسی مسائل کا سامنا کرنا پڑا جس سے بیشتر ریاستی وسائل اور قیمتی انسانی جانوں کا ضیاع ہوتا۔

Shaw Stamford لکھتے ہیں:

"In two first centuries, the members of the dynasty created many problems for the state. Many shahzada's (sultan's brothers and son) rebelled to achieve the throne of Anatolian and Byzantines state. These domestic wars created many problems for state and public. In many wars, a brother himself killed himself his brother as an opponent. So, an initial decision of fratricide was taken in battle for the public interest".[25]

جہاں مفاد عامہ کے لیے دیگر شہزادگان کے قتل سے سلطنت کو امن و امان اور عروج حاصل ہوا خانہ جنگیوں سے نجات ملی وہیں اس قانون نے بہت سے قابل شہزادوں کو گنوادیا جو ملک و سلطنت کو بام عروج تک پہنچانے اور اس عروج کو برقرار رکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ محض تخت و تاج کے چھن جانے کے خوف سے بھائی بھائی یہاں تک کے باپ اپنی اولاد تک کو قتل کروانے لگا۔ عبدالحمید بیان کرتے ہیں:

"سلطان سلیمان قانونی نے چند سازشی عناصر کے کہنے پر کہ اس کا سب سے بڑا بیٹا مصطفیٰ جو کہ ایک زیرک شخصیت اور بے پناہ جنگی و انتظامی صلاحیتوں کا مالک تھا اس کے تخت و تاج پر قابض ہونے کا ارادہ رکھتا ہے کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔ شہزادہ مصطفیٰ بہادر اور ماہر جنگ جو تھا لیکن کئی پہرہ داروں کے تسلط سے خود کو آزادانہ کرواسکا اور مارا گیا۔ اسی طرح اس کا بھائی بایزید بھی ایرانی سرحدوں پر اپنے چار بیٹوں کے ساتھ مارا گیا۔ اور سلطنت کی باگ دوڑ سلیم II جو کہ نہایت کند ذہن، نالائق اور عیش و عشرت کا دلدادہ شخص تھا کو بادشاہ بنایا گیا کیوں کہ وہ زندہ بچ جانے والا واحد شہزادہ تھا جو محلاتی سازشوں اور برادر کشی کا شکار نہ ہوا۔" 26

سلطنت میں شرکت کے دعوے داروں کا صفایا تنہا تخت و تاج کے مالک ہونے کی خوشی تو فراہم کرتا تھا۔ لیکن تمام امور سلطنت کے لیے اغیار پر ہی اعتبار کرنا پڑتا جیسا کہ سلطان سلیمان قانونی کا اپنے غلام اور وزیر اعلیٰ ابراہیم پر اندھے اعتماد جیسے معاملات میں ہوا۔ جس نے جنگ ایران میں خود کو سلطان کہلوانا شروع کر دیا اور دستاویزات میں بھی درج کروادیا۔ اس طرح انتظام سلطنت خاندان عثمانیہ سے غلاموں کی طرف جانے کا خدشہ پیدا ہوا۔ اسی طرح بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ غیر شاہی خاندان کے افراد بہت جلد مال کی محبت اور اقتدار کے خواب میں مبتلا ہو گئے۔ اور ریاست کو اندرونی سازشوں کے باعث غیر ملکیوں کے سامنے کمزور کر دیا گیا۔

قانون برادر کشی کے خاتمہ کے نقصانات

سلطان احمد ایک قابل حکمران تھا جبکہ اس کا بھائی شہزادہ مصطفیٰ I قید تنہائی میں رہنے کے باعث ذہنی و نفسیاتی مریض بن چکا تھا۔ اس کے سر پر تاج شاہی رکھنے سے ارکان سلطنت بے لگام ہو گئے اور فوج کے کچھ دستے بھی سرکشی پر آمادہ ہوئے۔ امور سلطنت تدبر و فہم سے چلتے ہیں محض شاہی خاندان کے ارکان ہونے سے نہیں سلطان احمد کی زوجہ نے سلطنت سنبھالنے کی کوشش کی لیکن شرپسند عناصر نے شہزادے مصطفیٰ کو تخت سے الگ کر کے سلطان احمد کے بیٹے عثمان کو تخت نشین کر دیا۔

"چودہ پشتوں کے بعد سلطنت عثمانیہ میں بیٹے کی بجائے بھائی تخت نشین ہوا۔ اس کی نااہلی اور سادہ لوح ارکان سلطنت نے صرف تین ماہ میں اسے تخت سے اتار کر سلطان احمد کے چودہ سالہ بیٹے کو تخت نشین کر دیا۔ نئے شہزادے کے تحت نشین ہوتے ہی اس سے سابقہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے جدید مراعات و انعامات کا تقاضہ کیا گیا جسے مان لیا گیا اور صرف تین ماہ میں خزانہ ہمایوں 60 لاکھ دوکات سے محروم ہو گیا۔" 27

محمد علی الصلابی رقمطراز ہیں:

"سلطان عثمان II کی سلطنت کے تین سال کے اندر فوجی دستے انکشاریہ نے پولینڈ کے خلاف جنگ کرنے سے انکار کر دیا. سلطان عثمان II کی ناراضگی پر انھوں نے سلطان کو معزول کر کے دوبارہ سلطان مصطفیٰ I کو تخت پر بٹھا دیا اور سلطان عثمان II کو قتل کر دیا۔" [28]

سلطنت کے بیک وقت ایک سے زائد دعوے داران کی موجودگی میں شر پسند عناصر کو بھی تقویت ملی اور قومی خزانے کو اپنی مرضی کے مطابق لوٹا بھی گیا۔ سلطان اپنی سلطنت کے چھن جانے کے خوف سے ان مطالبات کو تسلیم کرتے رہے اور سلطنت عثمانیہ جس کا ڈنکا تین بڑے برّاعظموں میں بجتا تھا رفتہ رفتہ اپنے ہی عہدے داران اور افواج کے ہاتھوں کمزور ہونے لگی اور اس کے حصے الگ ہونے لگے۔

"سلطان محمد رابع (1648ء تا 1687ء) ابھی سات سال کا نہ تھا جب اسے حکومت سونپی گئی۔ یورپ نے "مقدس معاہدے" کے نام سے سلطنت عثمانیہ کے خلاف مہم چلائی۔ لیکن سلطان کے قابل صدر اعظم محمد کوپریلی نے کامیابی سے ختم کر دیا لیکن اس کی وفات کے بعد سلطنت کے کئی حصّے یورپی طاقتوں نے واپس لے لیے۔ سلطان پوری قوت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کا خواہاں تھا لیکن ارکان سلطنت نے سلطان کو معزول کر کے اس کے بھائی سلطان سلیمان خان II کے ہاتھ زمام اقتدار سونپ دی۔ اس کشمکش میں اور نئے سلطان سے مراعات کے حصول اور خوش آمدانہ رویے سے سلطنت کے کئی حصے چھن گئے فوج کمزور پڑ گئی۔" [29]

قانون برادر کشی جہاں بے گناہ معصوم لوگوں کی جانوں کے ضیا کی وجہ بنا وہاں مضبوط و مستحکم عثمانی سلطنت کا ضامن بھی رہا اور اقتدار کے خواہاں شاہی خاندان کے افراد کو سازشوں کا موقع کم ملا۔ اسی طرح سلطان کے سلطنت چھن جانے کے خوف سے چھٹکارا نصیب ہونے کے بعد پوری توجہ و تندہی سے امور سلطنت سرانجام دینے کا موقع ملتا جب کہ اختتام قانون برادر کشی اپنے ساتھ اندرونی خلفشار، خانہ جنگیوں، امراء، رؤساء اور افواج کی سرکشی لے کر آیا۔ ان تمام امور پر توجہ مرکوز ہونے اور پایہ تخت کی حفاظت میں منہمک رہنے سے سلطان عسکری جارحیت اور کاروائیوں سے بے بہرہ رہے یا انھیں بہادری سے ان پر عمل کا موقع نہ مل سکا اور سلطنت عثمانیہ کمزور ہوتی گئی۔

نتیجہ بحث

برادر کشی اگرچہ محافظان اقتدار کے لیے نہ تو نیا عمل تھا اور نہ ہی اس کی روک تھام کے کوئی سخت یا واضح قوانین کسی بھی تہذیب میں ملتے ہیں وہاں اکثر مؤرخین کے مطابق اس رسم یا قانون کو کسی بھی تہذیب میں قابلِ تحسین نہیں قرار دیا گیا۔ عام مثالوں میں برادر کشی محض ضرورت کے تحت عمل میں لائی جاتی۔ لیکن سلطان محمد فاتح II کے برادر کشی کو باقاعدہ قابل عمل قانون بنا دینے سے یہ قبیح فعل مخصوص ترک سلطنت سے موسوم ہو گیا۔ جو تاریخ میں عثمانیوں کے لیے ایک بدنما دھبہ کی صورت اختیار

کر گیا۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو برادر کشی بالخصوص معصوم افراد کو قتل کرنا جو بغاوت کے معنوں اور وجوہات سے ہی بے بہرہ ہو سراسر ظلم وناانصافی کے زمرے میں آتا ہے۔ بہر حال سلطنت کی وسعت خواہ کتنی ہی ہو اقتدار اپنے ساتھ خود پسندی، بقا کی منشاو وقار کی چاہت، سربلندی، بلاشر کت غیرے حکمرانی اور جاہ وجلال کی خواہشات لے کر آتا ہے ان حالات میں سلطنت عثمانیہ جیسی وسیع سلطنت کے فرمانرواؤں کا ہم پلہ شہزادگان کی جانب سے مزاحمت اور دعویٰ تخت وتاج کا خطرہ ہمیشہ موجود رہتا۔ اس صورتحال میں جہاں درباری فقہانے باغی شہزادوں کے قتل کو جائز قرار دینے کے عملی پہلو فراہم کئے وہاں معصوم اور بے گناہ شہزادوں کے قتل کی راہ بھی ہموار کی۔ اسلام ہر حال میں اخوت کا درس دیتا ہے اور برادرانہ حقوق کے بارے میں تفصیلی احکامات فراہم کرتا ہے اور قتلِ عمد کی مذمت کرتا ہے۔ لیکن باغیانہ روش رکھنے والے افراد کی حوصلہ شکنی اور روک تھام کے لیے مفاد عامہ کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے فساد پھیلانے والوں کے قتل کا حکم دیتا ہے۔ سلطنت عثمانیہ میں قانون برادر کشتی کے خاتمے سے اندرونی سازشوں اور ایک شہزادے کو دوسرے کے مقابلے میں لانے کی روایت چل پڑی جس سے سلاطین کا علاقوں کو فتح کرنے، عسکری واقتصادی صلاحیتوں کو بڑھانے کا جذبہ کمزور پڑ گیا اور فکر تخت وتاج ہمیشہ دامن گیر رہی۔ اس طرح سلطنت عثمانیہ کمزور ہو گئی۔ لہٰذا نہ ہم برادر کشی کو مکمل احسن فعل قرار دے کر عین اسلامی قوانین کے مطابق جائز قرار دے سکتے ہیں اور نہ ہی مکمل طور پر اسلامی قوانین کے خلاف قرار دے سکتے ہیں بلکہ اسلام اور رواج حکمرانی کا امتزاج کہہ دینا بے جانہ ہو گا۔

References

[1] Osman Turan, Turkey in the Time of Seljuks, Tura Nasriyat Istanbul Turkey 2012, P:182

[2] Dr. Muhammad Taqī Imāmī, *Qānūn Nāmah Barādar Kashī Fātih Sultān Mehmed* (Dānish Kadah Adabiyat-o-Uloom-e-Insani Dānish Gāh, 27.

[3] Imāmī, *Qānūn Nāmah Barādar Kashī Fātih Sultān Mehmed,* 28.

[4] Parry, vj.kurat,N.A- Broomely, j.r-Edi-M.A cook, *A History of the Ottoman Empire To 1730 A.D*, Cambridge University Press 1980 A.D, Pg 42.

[5] *Al-Mā'idah 5:33.*

[6] Zekī Velīdī Togān, *Turk Muhājirīn* (Istanbul: Matbuā, 1970), 72.

[7] *'Al-Baqarah 2:191.*

[8] Mumcu, *Political Murder in the Ottoman State*, Istanbul, Turkey, 1984, P-194.

[9] Muftī Zain al-Abideen, *Tarīkh-e-Millat* (Lahore: Idara Islamiyāt, 1991), 70,71.

[10] Sarwat Saulat, *Millat-e-Islamiyā ki Mukhtasir Tarīkh* (Lahore: Islamic Publications, 1981), 228.

[11] *A History of Ottoman Empires To 1730 A.D*, 47.

[12] Dr. Muhammad Azīz, *Dawlat-e-Usmaniyah* (Azam Garh: Darul Musannifeen, 2009), 135.

[13] Al-Kahf 18:80, 81.

[14] Solakzade Mehmed, *History of Solakzade.*

[15] Solakzade, *History of Solakzade.*

[16] Solakzade, *History of Solakzade.*

[17] As-Sajdah 32:5.

[18] *Jami' Tirmizī*, 1395.

[19] *A History of Ottoman Empires To 1730 A.D*, 138.

[20] *'Al-Baqarah 2:191, 192.*

[21] *Sahīh Muslim*, 1676.

[22] *Sunan Darmī*, 2333.

[23] Saulat, *Millat-e-Islamiyā ki Mukhtasir Tarīkh*, 229.

[24] Hangiogvlu, Sukrn, *A Brief history of Ottoman Empire*, Prinston University Press 2008, 67.

[25] Shaw Stamford, *History of the Ottoman Empire and Modren Turkey*, Vol I, Cambridge University Press 1976, 186.

[26] Express News. "Abdul Hamīd: Hukmrān kā koī rishtah nhī hūta". Accessed Dec 9, 2022. www.express.pk.

[27] Mohammad Uzair, *Dawlat-e-Usmaniya* (Azamgarh: Darul Musannefin Shibli Academy) 229.

[28] Dr. Ali Muhammad al-Sallabi, *Saltanat-e-Usmaniya*, trans. Dr. Muhammad Zafar Iqbal Kalyar (Lahore: Zia al-Qurān Publications, 2008), 357.

[29] al-Sallabi, *Saltanat-e-Usmaniya*, 360, 361.